سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۲۰

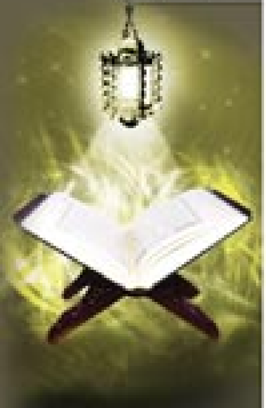

نزولِ سکینہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشنِ اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۲۰

نزولِ سکینہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
یہ میں جو نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

وعظ : نزولِ سکینہ

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۹۴ء بروز جمعہ

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ فروری ۲۰۱۵ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

www.khanqah.org

عنوانات

عرض مرتب ۵
قربِ عبادت اور قربِ ندامت ۸
تذکرہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۹
غم دنیا سے ڈرنا خامی عشق کی دلیل ہے ۱۰
اللہ کی محبت میں تڑپنے کا مطلب ۱۱
رابطۂ عبد و معبود ۱۲
مرتبۂ روح میں عارفین کی پرواز ۱۳
مرنے والوں پر مرنا انتہائی بے وقوفی ہے ۱۴
نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں ۱۴
سلوک کا نقطۂ آغاز غیر اللہ سے گریز ہے ۱۵
بد نظری کے حرام ہونے کی ایک عجیب حکمت ۱۵
اہل عقل کون لوگ ہیں؟ ۱۶
فرشتوں کو قربِ ندامت حاصل نہیں ۱۶
انعام اشکِ ندامت ۱۷
گریۂ ندامت و کفارۂ معصیت پر نفس کی پریشانی ۱۸
الہامِ فجور سے نورِ تقویٰ ہونے کی عجیب مثال ۱۸
کثیر الشہوۃ مجاہدہ کی بدولت قوی النور ہوتا ہے ۱۹
اولیاء اللہ کی باطنی لذتوں سے سلاطین دنیا بے خبر ہیں ۲۰
سکینہ کیا ہے اور کہاں نازل ہوتا ہے؟ ۲۱
نزولِ سکینہ کے موانع ۲۱
سکینہ کی تین تفسیریں ۲۱
پہلی تفسیر اور علامت ۲۱
نورِ سکینہ کے حصول اور حفاظت کا طریقہ ۲۲
نزولِ سکینہ کی دوسری علامت ۲۳
تیسری علامت ۲۳
نزولِ سکینہ ازدیادِ ایمان یعنی نسبتِ خاصہ کا ذریعہ ۲۵
ایمانِ عقلی استدلالی موروثی و ایمانِ ذوقی حالی وجدانی کی تمثیل ۲۶
ذکر اللہ سے نزولِ سکینہ کی دلیل نقلی اور ایک علم عظیم ۲۷

www.khanqah.org

عرضِ مرتب

۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ جولائی ۱۹۹۴ء جمعہ کے اجتماع میں ساڑھے گیارہ بجے صبح مسجدِ اشرف گلشن اقبال کی محراب سے عارف باللہ حضرت مولانا ومرشدنا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ایک خاص مضمون بیان فرمایا جس میں حضرت والا نے اپنے دل نشین وجاں فزا انداز میں روح المعانی اور بیان القرآن کے حوالوں سے سکینہ کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سکینہ وہ نور ہے جو مومنین کاملین کے قلوب پر نازل ہوتا ہے اور یہ نعمت کائنات میں ماسوائے مومنین کاملین یعنی اولیاء اللہ کے کسی کو دستیاب نہیں کیوں کہ یہ مُنَزَّل مِنَ السَّمَآءِ ہے مُخْرَج مِنَ الْاَرْضِ نہیں ورنہ ہر غیر متقی بھی اس کو حاصل کرلیتا۔

لٰہذا پیش نظر وعظ میں حضرت والا نے سکینہ کی تعریف اور اس کی تفسیر وعلامات اور نورِ سکینہ کا محل نزول اور اس کے حصول وحفاظت کا طریقہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور آیت شریفہ کے اگلے جز لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ کی تفسیر اور اس بارے میں شرح بخاری فتح الباری کی تشریح سے ثابت فرمایا کہ یہ ازدیادِ ایمان وہی چیز ہے جس کو صوفیا نسبتِ خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں اور آخر میں حضرت والا نے مسلم شریف کی حدیث مبارکہ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ...الخ[1] کی نہایت عاشقانہ تشریح کے ساتھ ایک علم عظیم بیان فرمایا کہ اس آیت پاک اور حدیث مبارکہ کے امتزاج سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ ازدیادِ ایمان یعنی حصول نسبتِ خاصہ کا ذریعہ ہے جس کو سن کر اہل علم حضرات پھڑک گئے اور فرمایا کہ ہم نے کسی کتاب میں یہ علم نہ دیکھا تھا۔

میں ہی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بے جا کیا
میں تو دیوانہ تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

غرض یہ وعظ حضرت والا کے عالمانہ وعاشقانہ رنگ کا حسین امتزاج ہے بس کلام کو مختصر کرتا ہوں کیوں کہ مجھ جیسے ناقص وبے علم کی تعریف سے حضرت والا کے کمالات مستغنی ہیں۔

[1] صحیح مسلم:۳۴۵/۲،باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القراٰن وعلی الذکر،ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

ز عشق ناتمام من جمالِ یار مستغنی
بہ آب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

وعظ کا نام ”نزولِ سکینہ“ تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین

مرتب:

یکے از خدام حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

❁❁❁❁

سکونِ دل

اگر اللہ والوں سے نہیں دل کی دوا پاتا
بہت مشکل تھا اپنے نفس سرکش کو دبا پاتا

خدا کی سرکشی سے خودکشی ہے مال و دولت میں
کبھی اللہ والوں سے نہیں ایسا سنا جاتا

سکونِ دل اترتا ہے فلک سے اہل تقویٰ پر
بدوں حکم خدا سائنس داں پھر کیسے پا جاتا

اگر پیٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کرکے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پا جاتا

عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.khanqah.org

نزولِ سکینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ

لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ[1]

آج ایک خاص مضمون کا داعیہ پیدا ہوا ہے کہ میں اس آیت کی تفسیر کردوں اور اس نعمت کو آپ لوگوں سے بیان کردوں جو نعمت ساری کائنات میں دستیاب نہیں ہے، اس لیے کہ یہ آسمان سے عطا ہوتی ہے، زمین والوں کی دسترسی وہاں تک نہیں ہے کیوں کہ زمین پر بسنے والوں کی رسائی وہاں تک نہیں ہے جو نعمت میں ابھی پیش کررہا ہوں۔ اہل دنیا پوری کائنات کے اندر، ساری کائنات میں چکر مارلیں مگر وہ دستیاب نہیں ہے، نہ مل سکتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو آسمان سے اُتارتے ہیں۔ آسمان سے اُتارنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے جب تک کہ ہم آسمان والے کو راضی نہ کرلیں ؎

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

جو اللہ تعالیٰ سے روتا ہے، گڑگڑاتا ہے اسی کو اللہ یہ نعمت دیتا ہے ؎

---

[1] الفتح:۴

www.khanqah.org

گڑگڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام

ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

ناز و نخرے اور تکبر کی راہ سے یہ نعمت عطا نہیں ہوتی، یہ تو گڑگڑانے سے ملتی ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس نعمت کو ایمان والوں کے لیے خاص رکھا ہے اور اس نعمت کے بعد خود ایمان والوں کا درجہ بڑھ جاتا ہے، ایک تو ایمان والے وہ ہیں جو صرف صاحبِ ایمان ہیں، ان کا ایمان عقلی ہے، استدلالی ہے اور موروثی ہے کہ ابا مسلمان، تھے لیکن اس نعمت کے بعد ایمان کس مقام پر پہنچتا ہے اور وہ مقام اولیائے صدیقین کا ہے جس کی تفسیر میں آج ان شاء اللہ بیان کروں گا۔

اس سے پہلے ذرا کچھ تمہید پیش کرتا ہوں کیوں کہ دانہ ڈالنے سے پہلے ہل جوتنا پڑتا ہے۔ ہمیں دلوں کی زمین پر ہل جوتنا ہے، ہلچل مچانا ہے۔ ہلچل کیا ہے؟ جہاں ہل چل جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھئی ہلچل مچ گئی، ہلچل کے معنیٰ ہیں کہ جس زمین پر ہل چل جائے، زمین کے ذرّے ذرّے بکھر جائیں، مٹی کے ذرّے ذرّے بکھر جائیں۔ بس یہی سمجھ لیجیے کہ دل میں پہلے ہلچل مچانا ہے، جب ہل چلے گا پھر بعد میں دانہ، پھر پانی، پھر کھاد اور پھر تمام اجزائے زراعت اور کھیتی کے ڈالے جاتے ہیں، یہ ایمان کی کھیتی ہے۔ اس لیے پہلے کچھ تمہید عرض کرتا ہوں اور وہ تمہید بھی بہت بڑے ولی اللہ کی ہے جن کو ساری اُمت نے ولی اللہ تسلیم کیا ہے یعنی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

قربِ عبادت اور قربِ ندامت

فرماتے ہیں کہ اے خدا! دنیا میں ایک عجیب نعمت ہے جو آپ اپنے نادم گناہ گار بندوں کو عطا فرماتے ہیں، دو نعمتیں ہیں ایک قربِ عبادت ہے جو فرشتوں کو بھی اللہ نے دیا ہوا ہے، کوئی فرشتہ رکوع میں ہے تو رکوع ہی میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے تو سجدہ ہی میں ہے، بعض عرشِ اعظم کے پائے پکڑے ہوئے اپنی تسبیح پڑھ رہے ہیں، لیکن قربِ ندامت

www.khanqah.org

فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا کیوں کہ ندامت تو جب ہو جب ان سے خطا ہو، اس مخلوق کو اللہ نے بے خطا بنایا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قربِ ندامت دینے کے لیے ایک مخلوق خطاکار پیدا کی جس کی فطرت میں خطاکاری ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کے مزاج میں عطاکاری ہے، اس لیے مزاج خطاکاری اور فطرت خطاکاری پر ایک مخلوق یعنی انسان کو پیدا فرمایا جو اپنی خطاکاری پر حق تعالیٰ کو گریہ وزاری پیش کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنی عطاکاری سے اس کو نوازدیں۔ فرشتوں کو یہ قربِ ندامت حاصل نہیں ہے، یہ مستزاد نعمت اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کے لیے خاص کی ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آہ! مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قربِ ندامت پر کیا عمدہ شعر فرمایا ہے۔ ان بزرگوں کا نام لیتے ہی میرے اوپر کیا نشہ آتا ہے کہ جن کے ساتھ تین سال کا زمانہ اختر نے گزارا ہے۔ الٰہ آباد میں طبیہ کالج میں پڑھنے کے زمانے میں، وہی میری جوانی کا آغاز تھا، اسی وقت حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت دل میں ڈال دی اور ان کی صحبت نصیب فرمائی۔ یہاں ایسے لوگ بھی الٰہ آباد کے موجود ہیں جو مولانا کو خوب جانتے ہیں کہ کیسے تھے وہ۔ ایسے تھے کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے خلیفہ، اجل خلیفہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے، جب ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور پہلی ملاقات ہوئی اور میں لے گیا تھا، واسطہ میں تھا، ہمارے حضرت مولانا کو نہیں جانتے تھے کیوں کہ وہ پرتاب گڑھ کا معاملہ تھا، یہ اعظم گڑھ کا معاملہ تھا، اعظم گڑھ کی زمین کو پرتاب گڑھ کی سرحد سے ملایا اختر نے اور ایک ولی کو ایک ولی سے ملایا۔ حضرت سے تعریف کی کہ حضرت ہمارے ضلع کے دیہات میں ایک بزرگ ہیں جن کا جنگل بھی نور سے بھرا ہوا ہے، جس جنگل میں ستر ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتے تھے اور ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور ان کے کچھ واقعات سنائے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی! ہمیں بھی ان سے ملاؤ۔ تو میں اپنے شیخ و مرشد کو اعظم گڑھ سے پرتاب گڑھ لے آیا۔ پرتاب گڑھ اسٹیشن پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کار کا انتظام کیا تھا۔ جب مولانا شاہ محمد احمد صاحب چائے کے لیے گھر کے اندر

www.khanqah.org

تشریف لے گئے تو میرے شیخ نے زمین کو دیکھا۔ کون سے شیخ؟ جنہوں نے بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ زمین کو دیکھا پھر آسمان کو دیکھا اور فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نور مجھ کو زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے۔

ایسے بزرگ کی صحبت اختر نے جوانی میں تین سال اُٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ کرم بدونِ استحقاق محض اپنے کرم سے توفیق دی کہ عصر کے بعد طبیہ کالج سے آتے ہی ہم اور مولانا لئیق صاحب صابری منزل میں دس گیارہ بجے تک حضرت کی خدمت میں رہتے تھے، بڑے بڑے علماء ہوتے تھے اور حضرت کے اشعار ہوتے تھے اور ہم مزہ لیتے تھے، محبت کے اشعار حق تعالیٰ کی محبت کے اشعار ہوتے تھے، اس وقت حضرت جوان تھے، صراحی نما گردن، ململ کا کُرتا، گرمی کا زمانہ، حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن بھی عجیب عطا فرمایا تھا، جیسے کوئی فرشتہ، اور آواز بھی ایسی کہ کیا آج کل کے شاعر پڑھتے ہیں۔ تائب صاحب کی آواز آپ نے سن لی، اس سے زیادہ حضرت کی آواز میں درد تھا کیوں کہ جس مقام سے حضرت شعر پڑھتے تھے وہ مقام ہمیں حاصل نہیں ہے۔ جب میری پہلی ملاقات حضرت سے ہوئی اس وقت حضرت یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

دِلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

یعنی آپ کے بغیر اے خدا! کہیں چین نہیں ملتا۔

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

غمِ دنیا سے ڈرنا خامی عشق کی دلیل ہے

یہ سوچنا کہ ہم اگر اللہ والے بن جائیں گے تو روٹی کہاں سے ملے گی؟ عشق کی خامی

www.khanqah.org

کی دلیل ہے۔ ارے ظالمو! جو سر عطا کر سکتا ہے وہ ٹوپی نہیں پہنا سکتا؟ جو پیٹ بنا سکتا ہے وہ روٹی نہیں کھلا سکتا؟ بتاؤ! معدہ زیادہ قیمتی ہے یا روٹی، سر زیادہ قیمتی ہے یا ٹوپی؟ سبحان اللہ! جو سو کانوٹ دے سکتا ہے وہ ایک کانوٹ نہ دے گا؟ بتاؤ! معدہ کی کیا قیمت ہے اور روٹی کی کیا قیمت ہے؟ جو ٹانگ بنا سکتا ہے وہ پاجامہ بھی پہنا سکتا ہے۔ بتاؤ! ٹانگ کی قیمت زیادہ ہے یا پاجامہ کی؟ بس اللہ پر بھروسہ کرکے اللہ والے بنو، ساری لذتوں کو خاک میں ملادو، ساری کائنات کی لذات کا حاصل اور کیپسول خدا کی یاد ہے اور ان حرام لذتوں پر جوتے، گالیاں، بے چینیاں، پریشانیاں اور اندھیرے ہیں۔ آہ! جو گناہ کی اسکیم کا نقطۂ آغاز شروع کرتا ہے اسی وقت عذابِ الٰہی کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے، دل پر اسی وقت عذاب آجاتا ہے۔

اللہ کی محبت میں تڑپنے کا مطلب

اب اگر کوئی کہے کہ بھائی تڑپنے میں تو بہت تکلیف ہوگی کیوں کہ مولانا فرمارہے ہیں کہ ؎

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

نادان آدمی کہے گا کہ بھائی اللہ میاں کی یاد میں تڑپنا تو بڑا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب ہمارے دردِ گردہ ایسا اُٹھا کہ ہم تڑپ گئے۔ یہ محبت کا کیسا انعام ہے کہ اللہ میاں اپنے عاشقوں کو تڑپاتے ہیں۔ لیکن سن لو! اللہ کی محبت میں تڑپنا اتنا مزے دار ہے کہ اس کی لذت کو کیا جانیں یہ دنیا والے۔ سن لو! اس کو بھی حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں فرمایا ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

اگر تڑپنے میں مزہ نہیں آرہا ہے، دل کے دورے پڑ رہے ہیں، دماغ پاگل ہو رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ کسی ٹیڈی کے چکر میں ہے، کسی مرنے والی یا مرنے والے کی لاش کے چکر میں ہے، اللہ کے

عاشقوں کو تڑپنے میں انتہائی سکون ملتا ہے، یہ تڑپنا لطف جنت کی ضمانت ہے، اللہ کے دردِ دل کی امانت لطف جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ کی محبت میں تڑپنا اور اللہ کی محبت کے درد کی امانت جس کو مل جائے تو سمجھ لو لطف جنت کی ضمانت اس کو مل گئی۔ سبحان اللہ! کتنا عمدہ شعر فرمایا مولانا نے۔ دوستو! اختر کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن ان بزرگوں کی دولت ہے۔ غالب نے کہا تھا ؎

چند تصویرِ بُتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

یہ غالب کا شعر ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس شعر میں یہ ترمیم کر دی ؎

چند اوراقِ کتب چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

تو اختر کے پاس ان ہی بزرگوں کی باتیں ہیں جن کے ساتھ زندگی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے گزارنے کی توفیق دی۔

رابطۂ عبد و معبود

ورنہ اس عمر میں ہم بھی دریائے سنگم دیکھتے، گنگا جمنا جہاں ملتی ہے، لیکن ہم نے اللہ کے اور اللہ کے ولی کے سنگم دیکھے۔ رابطۂ عبد اور رابطۂ معبود کا تماشا دیکھا کہ بندے کس طرح اللہ والے ہوتے ہیں اور کس طرح جیتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

قیس بے چارہ رموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

لیلیٰ کی راہ میں مجنوں کو اونٹنی کی ضرورت پڑی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی اونٹنی کی

www.khanqah.org

ضرورت نہیں ہے، اللہ والے دل کے پروں سے اُڑتے ہیں۔

مرتبۂ روح میں عارفین کی پرواز

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن

اللہ والوں کی روح جسم کے ہنگاموں سے نجات پاکر ؎

می پرد با پر دل بے پائے تن

دل کے پروں سے، جسم کے پیروں کے بغیر اللہ کی طرف اُڑتی رہتی ہے۔ اللہ والے جسم کے پیروں سے اللہ تک نہیں اُڑتے، وہ تو دل کے پروں سے ہر وقت اُڑتے رہتے ہیں، ہر وقت ان کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ؎

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ

زاہدِ خشک، محبت سے خالی لوگوں کی سیر الی اللہ ہر مہینہ میں ایک دن کی مسافت ہوتی ہے، ایک مہینہ میں ایک دن کا سفر زاہدِ خشک طے کرتا ہے ؎

سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

اور عارفین عاشقین کی سیر ہر سانس میں اللہ تک ہوتی ہے، ہر سانس میں وہ عرشِ اعظم تک اُڑتے ہیں، ہر سانس میں وہ فرش سے عرش تک پہنچتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے عاشقوں کو وہ سیر اور وہ قرب دیتے ہیں جو نظر نہیں آتا۔ جہازوں کی پرواز تو نظر آتی ہے، اللہ والوں کی پرواز نظر نہیں آتی، ان کے دل کی پرواز اندر اندر ہوتی رہتی ہے لیکن نادان لوگ نہیں جانتے مگر بینا لوگوں کو اللہ دکھا دیتا ہے کہ اللہ والے اس وقت اُڑے ہوئے ہیں، زمین پر نہیں ہیں۔

دیوبند کے صدر مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم جو الحمدللہ! ابھی زندہ ہیں۔ ایک دفعہ ۱۹۸۰ء میں میں ہردوئی میں تھا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہت سے علماء کو حضرت والا ہردوئی نے بلایا تھا۔ مہمان خانہ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں طرف مفتی صاحب تھے، ان کے بائیں طرف میں تھا،

www.khanqah.org

داہنی طرف سامنے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تشریف فرماتھے، مجلس ہو رہی تھی، اچانک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب تقریر کرتے کرتے خاموش ہوگئے اور ایک طرف کو نظر ہوگئی، مفتی صاحب نے ذرا جھک کر حضرت کی نظر کو دیکھا اور مجھ سے فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں، یعنی دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ والوں کی پرواز کو اللہ والے ہی جانتے ہیں۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے، بس اِدھر سے پیٹ میں روٹی ڈالو اور لیٹرین میں نکالو، ہم لوگ تو امپورٹ ایکسپورٹ کے دفتر بنے ہوئے ہیں۔ کاش! ہم لوگ کچھ دن تھوڑی سی محنت کرلیں تو یہی روٹیاں ہمیں اللہ تک پہنچاسکتی ہیں، ان روٹیوں سے جو خون بنا اور خون سے جو طاقتِ دیدنی آئی، اس طاقتِ دیدنی اور طاقتِ شنیدنی، طاقتِ گفتنی اور طاقتِ رفتنی ان ساری طاقتوں کو اللہ پر فدا کردو، پھر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے۔

مرنے والوں پر مرنا انتہائی بے وقوفی ہے

ایسے کریم مالک سے اعراض اور بے وفاؤں پر جان دینا جو اپنے عاشقوں کو گالیاں دیتے ہیں، کہاں کی عقل مندی ہے؟ میں کس دردِ دل سے اپنا دردِ دل آپ کے دلوں میں ڈال دوں اور اپنے دل میں بھی ڈال دوں۔ آپ بتایئے کہ مولائے کریم پر فدا ہونے اور جان دینے کی زیادہ قدر و قیمت ہے یا ان مرنے والوں پر مرنے کی؟ مرنے والوں پر مرنے سے کیا ملے گا؟ نہ ان کے اختیار میں دنیا ہے نہ آخرت ہے، ان کے اختیار میں سکونِ دل بھی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اعلان کردیا اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ [۳] اے ایمان والو! تمہارے دل کا چین میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، تمہارے دل کا چین صرف میری یاد میں ہے۔

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! پیاس کی حالت میں تم نمکین پانی سے پیاس بجھانا چاہتے ہو، ہم تمہاری پیاس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن نمکینوں کو دیکھ کر جو تم اپنی

۳؎ الرعد:۲۸

www.khanqah.org

شہوت کی پیاس بجھانا چاہتے ہو تو یہ بتاؤ کہ آبِ شور یعنی نمکین پانی پینے سے پیاس بڑھتی ہے یا بجھتی ہے؟ آہ یہ مثنوی کے علوم! فرماتے ہیں۔

نیست آبِ شور درمان عطش

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں ہے۔ اگر ان نمکینوں اور حسینوں کو چکھوگے تو پیاس بڑھ جائے گی، بے چین ہو جاؤ گے۔

گر چہ باشد در نوشتن شیر خش

اگرچہ یہ پانی دیکھنے میں ٹھنڈا اور اچھا لگ رہا ہے لیکن جب پیوگے یعنی بد نگاہی کروگے، حرام لذت لوگے تو بے چینی بڑھ جائے گی، روح کا بلڈ پریشر ہائی ہو جائے گا۔

سلوک کا نقطۂ آغاز غیر اللہ سے گریز ہے

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ہمیں بتادیا کہ اِلَّا اللّٰہُ چاہتے ہو تو پہلے لَآ اِلٰہَ سے عمل شروع کرو۔ تمہارے سلوک کا نقطۂ آغاز، میرے راستے کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ غیر اللہ سے قلب کو چھڑاؤ، لَآ اِلٰہَ کہو۔ لَآ اِلٰہَ کی تکمیل تمہارے اِلَّا اللّٰہُ کا حصول کامل ہے۔ جب تک یہ غیر اللہ دل میں گھسے رہیں گے اللہ نہیں ملے گا۔

نکالو یادِ حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

بد نظری کے حرام ہونے کی ایک عجیب حکمت

نظر بچاؤ، نظر میں نشہ ہے، شراب حرام ہے کیوں کہ اس سے عقل غائب ہو جاتی ہے، حسینوں کو دیکھنا حرام اس لیے ہے کہ ان کو دیکھنے سے ایک نشہ آتا ہے جس سے عقل ضائع ہو جاتی ہے، پھر نہ جنت یاد رہے گی، نہ اللہ یاد آئے گا۔ نہ شیخ یاد آئے گا، نہ خانقاہ یاد رہے گی، سوائے اس کے کہ گندے مقامات کی رغبت شدیدہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لیے نظر کی حفاظت کیجیے، پھر مراقبہ کیجیے کہ ان حسینوں کے پاس کیا ہے؟ ان کی لذت کے مقامات

پیشاب پاخانہ کے مقامات ہیں، لیکن یہ مراقبہ جب مفید ہوگا جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور نظر کی حفاظت کریں گے ورنہ دیکھنے کے بعد عقل مغلوب ہوجاتی ہے اور آدمی نشہ سے بے وقوف، احمق، بین الاقوامی گدھا، انٹرنیشنل ڈنکی بن جاتا ہے۔ بتایئے! بین الاقوامی بے وقوف اور گدھا بننا اچھا ہے یا بین الاقوامی عقل مند؟ بین الاقوامی عقل مند بننا چاہیے۔

اہل عقل کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولوا الالباب یعنی عقل مند کون لوگ ہیں؟

اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ [۶]

بین الاقوامی عقل والے وہ ہیں، اولوا الالباب وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ جب کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ، جب بیٹھتے ہیں تو اللہ، جب کروٹ بدلتے ہیں تو اللہ، خود بخود ان کی زبان پر جاری ہے۔ یہ دلیلِ عقلی اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ عقل مند وہ ہے جو اپنے خالق اور مالک کو اور اتنے بڑے صاحبِ قدرت اور صاحبِ کرم کو ہر وقت یاد رکھتا ہے، کسی آن اللہ کو نہیں بھولتا، یہ محاورہ ہے کہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، کروٹ بدلتے ہوئے ہم کو یاد کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سانس بھی ہم کو ناراض نہیں کرتے، ایک سانس بھی ہم سے غافل نہیں ہوتے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھیے کہ کھڑے ہوئے تو اللہ کو یاد کرلیا، بیٹھے تو اللہ کو یاد کرلیا اور نافرمانی بھی کررہے ہیں۔ لغت سے ترجمہ نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن شریف محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے عاشق وہ ہیں جو اپنی ہر سانس مجھ پر فدا کرتے ہیں، ایک سانس بھی مجھ کو ناراض نہیں کرتے۔

فرشتوں کو قربِ ندامت حاصل نہیں

اب آپ کو قربِ ندامت پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر سنانا چاہتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

---

[۶] اٰل عمرٰن:۱۹۱

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

یعنی انسانوں میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ وہ قرب عطا کرتا ہے جس کو فرشتے بھی نہیں جانتے یعنی قربِ ندامت، اعترافِ قصور۔ خطا ہوگئی اب بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ عبادت کی، حج و عمرہ کیا، تہجد پڑھا، تلاوت کی تو شکر ادا کررہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کا احسان ہے، ہمارا کمال نہیں ہے، آپ کی توفیق ہے۔ خطا ہوگئی تو رو رہے ہیں کہ اللہ میاں! آج تو مجھ سے خطا ہوگئی، میں نے آپ کو ناراض کردیا، مجھے معاف کردیجیے، اب زار و قطار رو رہے ہیں، آنسو تھمتے نہیں ہیں، یہاں تک کہ حق تعالیٰ پھر ان کے لیے انتظام فرماتے ہیں کہ کہیں میرا بندہ رو رو کے موت کی گود میں نہ چلا جائے، مر ہی نہ جائے۔

انعامِ اشکِ ندامت

اس توبہ و ندامت کی برکت سے پھر اللہ تعالیٰ ان کے قلب پر سکینہ اور سکون نازل کرتا ہے تاکہ کہیں شدتِ غم سے میرے بندے کی موت واقع نہ ہوجائے، میرا عاشق ندامت سے مر ہی نہ جائے۔ اتنی ندامت ہو کہ گناہ سے نفرت ہوجائے، اتنی ندامت نہ ہو کہ موت ہی واقع ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی موت نہیں چاہتے، اپنے عاشقوں کی حیات پُرسکون اور دوسروں کی حیات کے لیے ان کو نمونہ اور ذریعہ بنانا چاہتے ہیں، اپنے عاشقوں کو ایسی حیات دیتے ہیں کہ لاکھوں انسان ان سے ولی اللہ بنتے ہیں، لہٰذا مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اب کہیں پہنچے نہ تجھ سے ان کو غم
اے مرے اشکِ ندامت اب تو تھم

کیا مطلب ہے اس شعر کا؟ اس شعر کو سمجھنے کے لیے لغت کافی نہیں ہے، ماحول صحبت کی ضرورت ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اتنا زیادہ مت روؤ کہ بیمار پڑجاؤ اور بخار آجائے اور دین کا کام ہی ختم ہوجائے یا چیختے چیختے موت ہی واقع ہوجائے، اتنا رونے کا حکم نہیں ہے، اس سے

اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتے، اتنا روؤ دل میں ندامت اتنی طاری ہو کہ آیندہ گناہ کرنے کی ہمت نہ ہو۔

گریۂ ندامت و کفارۂ معصیت پر نفس کی پریشانی

نفس ڈر جائے کہ بھئی یہ تو بہت چلّاتا ہے، ہم کو بہت رُلاتا ہے اور چار چھ رکعات، آٹھ رکعات جرمانہ بھی ادا کرے، خطاؤں پر خیرات بھی کرے تاکہ نفس ڈر جائے کہ اتنا تو جیب سے پیسہ خرچ کرادیا اور اتنی نفلیں پڑھوائیں اور اتنا رُلایا یہ تو مشکل سودا ہے بھائی! اس سے بہتر ہے کہ آیندہ گناہ ہی نہ کرو، یہ ظالم تو بلا میں مبتلا کردیتا ہے، میں نے تو حلوہ حرام کھایا، اس نے بلوہ حلال میں مبتلا کردیا، میں نے تو گناہ کا حلوہ حرام کھایا تھا مگر یہ سالک اور یہ اللہ والا ایسا ہے کہ مجھے اس نے ندامت اور عبادت کے بلوہ میں مبتلا کردیا، یہ تو مجھے بلا میں مبتلا کردیتا ہے، چائے وائے سب بند کردیتا ہے، کہتا ہے کہ تم نے خطا کی ہے، اب خوب روؤ، دس رکعات توبہ کی پڑھو ورنہ چائے بھی نہیں دوں گا، ایک قطرہ چائے حرام، ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا تجھ کو اے نفس! کیوں کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔

الہامِ فجور سے نورِ تقویٰ ہونے کی عجیب مثال

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے گناہوں کے تقاضوں سے مایوس ہوجاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ہر وقت گناہ کا تقاضا، ہر وقت گناہ کرنے کا خیال تو سمجھتے ہیں کہ جب اتنا خبیث مادہ اور میٹریل ہے ہمارا تو ہم کیسے اللہ والے بنیں گے؟ اس کا جواب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں کہ؎

آفتابت بر حد ثِہامی زند

اے خدا! تیرے آسمان کا آفتاب، مخلوقِ آفتاب، نجاستوں پر اپنا اثر اور فیض ڈالتا ہے، جنگلوں میں بیل جو گوبر کرتے ہیں، ہاتھی بھی گوبر کرتا ہے جس کی مقدار یعنی میٹریل زیادہ ہوتا ہے، جتنی گوبر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی آپ کے آسمان کا آفتاب اس کو گرم کرکے اس کا کچھ حصہ زمین کے نیچے رقیق کھاد بنا دیتا ہے جس سے گلاب اور سوسن اور ریحان پیدا ہوتے ہیں اور کچھ حصہ اوپر خشک ہوجاتا ہے جس کو اوپلا اور کنڈا کہتے ہیں جو نان بائی لاکر تنور میں جلاتا

ہے اور اس سے روٹی پکاتا ہے۔ وہ اوپلے جو کالے کالے بدبودار تھے تنور میں سرخ لال ہوجاتے ہیں، وہ نجاست اب پاک صاف اور لال و سرخ ہورہی تھی اور اسی سے روٹی پک رہی ہے۔ تو اگر نجاست کا مٹیریل تھوڑا سا ہوتا تو پتلا سا اوپلا بنتا جو ایک ہی روٹی پکانے میں ختم ہوجاتا، مٹیریل زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ سورج اس کو موٹا اوپلا بناکر اس سے زیادہ روٹیاں پکوادیتا ہے، لہٰذا جس کے دل میں زیادہ گناہوں کے تقاضے ہیں سمجھ لو کہ یہ بہت کثیر النور ہونے والا ہے جس سے کہ اللہ کی عبادت کے انوار تیار ہوں گے، اللہ کی محبت کی روٹیاں تیار ہوں گی، اللہ کی محبت کی بریانیاں پکیں گی۔ بشرطیکہ آپ اوپلا کھانہ لیں یعنی تقاضوں پر عمل نہ کرلیں، جو گناہ کے تقاضے پر عمل کرتا ہے اس ظالم نے اوپلا اور کنڈے کو اور لکڑی اور ایندھن کو کھالیا، ایندھن کھانے کے لیے نہیں ہے پکانے کے لیے ہے، یہ گناہوں کے تقاضے تقویٰ کی بریانی پکانے کے لیے اللہ نے دیے ہیں، کھانے کے لیے نہیں ہیں، ان پر عمل نہ کرو، گناہوں کے تقاضوں کے ایندھن کو اللہ کے خوف کی آگ میں جلادو، پھر سمجھ لو کہ تقاضوں کا وہ اوپلا اور گوبر تنور میں آکر لال ہوگیا، اب اس سے انوارِ عبادت پیدا ہورہے ہیں، اللہ کی محبت کی روٹیاں پک رہی ہیں، اسی سے تقویٰ کی بریانیاں تیار ہورہی ہیں۔

کثیر الشہوۃ مجاہدہ کی بدولت قوی النور ہوتا ہے

ایک خاص بات یہ بتاتا ہوں کہ جس کے اندر گناہ کے تقاضوں کا مٹیریل زیادہ ہوتا ہے اس سے دین کا زیادہ کام لیا جاتا ہے، یہ بہت خاص بات بتارہا ہوں، جن سے خدا زیادہ کام لیتا ہے ان کو تقاضے بھی زیادہ شدید دیے جاتے ہیں کیوں کہ اگر مٹیریل نہیں ہوگا تو اوپلا بنے گا کیسے؟ لیکن ایسے لوگوں کو ایک کمال یہ دیا جاتا ہے کہ باوجود اس عظیم اور شدید اور کثیر مٹیریل کے وہ مجاہدہ کا غم اُٹھاتے ہیں، گناہ سے بچنے کا دل پر غم اُٹھاتے ہیں۔ بس اللہ کے راستہ میں یہی غم اُٹھانا سیکھ لیجیے، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ جتنے بھی گناہوں کے تقاضے ہیں وہ سب نور بن جائیں گے، جو تقاضوں کے باوجود گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھاتا ہے تو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور جب نفس کو غم پہنچتا ہے تو روح میں نور پیدا ہوتا ہے اور جس قدر شدید غم پہنچتا ہے اسی قدر قوی نور پیدا ہوتا ہے۔ ذرا غور سے سن لیجیے یہ بات! مثلاً نفس نے ایک کلو غم اُٹھایا گناہوں کے

www.khanqah.org

تقاضوں کا تو ایک کلو نور روح میں پیدا ہو جائے گا، لہٰذا اب یہ تعویذ لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ صاحب تقاضوں کا مٹیریل ہی ختم ہو جائے، کافور کی گولیاں کھلا دو اور ''کھچڑا'' کے وزن پر بنا دو۔ ایسا خیال بھی نہ لائیے۔ اللہ کو یہ منظور ہوتا تو ہم کو یہ مٹیریل ہی نہ دیتے لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتابت بر حدِ ثہامی زند

اے خدا! یہ آسمان کا سورج آپ کی مخلوق ہے۔ یہ تمام گندگی، نجاستوں اور گوبروں کو جنگل میں سکھا کر اوپلا بناتا ہے، نان بائی اس سے تندوری روٹی پکاتے ہیں اور زمین کے نیچے جو سیال، رقیق مادہ جاتا ہے وہ کھاد بن جاتا ہے جسے چنبیلی اور گلاب کے گملوں میں ڈالتے ہیں اور اس سے گلاب و چنبیلی اور خوشبودار پھول پیدا ہوتے ہیں۔ تو جب آپ نجس چیزوں سے خوشبودار چیز پیدا کر سکتے ہیں، جب جانوروں کی نجاست پر آپ کا سورج اثر کرتا ہے تو ہم تو انسان ہیں، ہماری نجاستوں پر، گناہ کے خبیث مادوں پر آپ اپنی رحمت کے سورج کی شعاعیں ڈال دیجیے، جب دنیاوی سورج کا یہ حال ہے تو آپ کی رحمت کے سورج کا کیا عالم ہو گا ؎

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہی

جب خبیث چیزوں کو، گوبروں کو اور جانوروں کی نجاستوں کو آپ یہ خلعتِ گل، خلعتِ چنبیلی، خلعتِ گلاب دیتے ہیں، لباس گلاب دیتے ہیں ؎

من چہ گویم طیبیں را چہ دہی

تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ اپنے پاک بندوں کو کیا دیتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی باطنی لذتوں سے سلاطین دنیا بے خبر ہیں

اولیائے اللہ کو کیا دیتے ہیں، کیسے اخلاق، کیسا درد بھرا دل، کیسے اشکِ ندامت اور اپنے قرب کی کیا کیا لذتوں سے آپ نوازتے ہیں کہ سارا عالَم اس سے آگاہ نہیں ہے۔ میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اگر سلاطین کو پتا چل جائے تو اپنے تاجِ اولیائے اللہ کے قدموں میں ڈال دیں اور کہیں کہ ہمیں بھی وہ دردِ دل وہ اللہ کی محبت سکھا دیجیے جو آپ

www.khanqah.org

کو اللہ نے دی ہوئی ہے۔

سکینہ کیا ہے اور کہاں نازل ہوتا ہے؟

یہ تو تمہید تھی، اب اس آیت کا ترجمہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ[۵]

اللہ وہ ہے جو اپنے عاشقوں کے دل میں سکینہ اُتارتا ہے۔ سکینہ کیا چیز ہے؟ اور سکینہ کی علامت کیا ہے؟ اس کی تفسیر صاحب روح المعانی کیا بیان کرتے ہیں جو ان شاء اللہ عرض کروں گا لیکن سکینہ کا نزول کہاں ہوتا ہے؟ سکینہ کا جہاز کہاں اُترتا ہے؟ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنین کے دل پر۔ معلوم ہوا کہ سکینہ کا ایئرپورٹ قلبِ مؤمن ہے۔

نزولِ سکینہ کے موانع

اسی لیے بد نظری حرام ہے کیوں کہ اگر بد نظری کرلی تو دل سینہ سے غائب ہوگیا اور دلبروں کے پاس پہنچ گیا۔ جب ایئرپورٹ ہی ختم ہوگیا تو سکینہ کا جہاز کہاں اُترے گا، ہر وقت بے سکون رہوگے۔ جب دُشمن ایئرپورٹ تباہ کردیتا ہے تو وہاں کوئی جہاز لینڈ نہیں کرتا تو جس نے اپنی نظر کو خراب کرکے دل کو گنوادیا، دل چوری ہوگیا، آنکھوں سے دل کو گیٹ پاس مل جاتا ہے، اب سینہ میں دل ہی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سکینہ کہاں نازل کریں گے؟ اسی لیے رومانٹک والوں کو چین نہیں ہے کیوں کہ انہوں نے وہ ایئرپورٹ ہی ضایع کردیا جہاں سکینہ کا جہاز اُترتا ہے جس کا نام دل ہے، انہوں نے تو دل ہی تباہ کردیا تو سکینہ کہاں اُترے گا۔

سکینہ کی تین تفسیریں

سکینہ کی تین تفسیریں علامہ آلوسی روح المعانی میں پر فرماتے ہیں:

پہلی تفسیر اور علامت

پہلی تفسیر ہے:

---

۵ الفتح: ۴

www.khanqah.org

هِيَ نُوْرٌ يَّسْتَقِرُّ فِي الْقَلْبِ[٦]

هِيَ کی ضمیر سکینہ کی طرف جارہی ہے کیوں کہ سکینہ مؤنث ہے اور يَسْتَقِرُّ کی ضمیر نور کی طرف جارہی ہے، مضارع واحد غائب استعمال ہورہا ہے یعنی سکینہ ایک نور ہے جو مؤمن کے قلب میں ٹھہر جاتا ہے۔ اس کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

ایسا نہیں کہ مسجد میں تو وہ نور رہتا ہے اور بازاروں میں ختم ہوجاتا ہو۔ نہیں بلکہ بازاروں اور فیکٹریوں میں اور لندن، جرمن، جاپان میں بھی رہتا ہے۔ نور کا قلب میں استقرار ہوتا ہے۔ یعنی دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ روئے زمین پر کہیں بھی ہوں وہ نور ساتھ رہتا ہے۔ آہ! خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ کیا عجیب شعر فرماتے ہیں۔ کیا عمدہ شعر فرماتے ہیں ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کیے ہوئے

پوری زمین اللہ کے عاشقوں کے لیے کوئے دلبر ہے اور دنیاوی عاشقوں کی کوئے دلبر کوئی گلی ہوتی ہے سڑی ہوئی۔ اللہ والا وہی ہے جس کا نور مستقر ہے، سارے عالم میں وہ نور ساتھ ہوتا ہے، یہ نہیں کہ جرمن جاپان کی لڑکیاں دیکھ کر وہاں ایمان ختم ہوگیا، تسبیح درجیب نظر بر نمکین۔ تو پہلی تفسیر ہے کہ وہ نور دل میں ٹھہر جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ صاحبِ نور کسی حالت میں اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ اسی کا نام سکینہ ہے اور یہ نور کیسے ملتا ہے؟

نورِ سکینہ کے حصول اور حفاظت کا طریقہ

اللہ کے ذکر اور تقویٰ سے ملتا ہے بشرطیکہ اس نور کو ضایع نہ کیا جاوے ورنہ ٹنکی پانی سے بھر دو لیکن ٹونٹی کھول دو تو سب پانی نکل جائے گا۔ اسی طرح ذکر سے قلب نور سے بھر گیا لیکن گناہ بھی کرلیا تو سارا نور ضایع ہوگیا لہٰذا ذکر کے ساتھ تقویٰ کا اہتمام بھی ضروری ہے۔

---

[٦] روح المعانی:۲۵/۱۱، الفتح (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

نزولِ سکینہ کی دوسری علامت

دوسری تفسیر ہے:

وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ ؎

اس نور کی خاصیت یہ ہے کہ جس دل پر اللہ سکینہ اُتارتا ہے، ہر لمحۂ حیات، ہر سانس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، ایک سانس کو بھی اگر غافل ہونا چاہے تو نہیں ہوسکتا؂

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ، بِهٖ کی ضمیر نور کی طرف جارہی ہے یعنی بِبَرَكَةِ هٰذَا النُّوْرِ اس نور کی برکت سے ہر وقت اس کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف قائم رہتی ہے اور ثبوت کے معنیٰ کیا ہیں؟ ثُبُوْتُ الشَّيْءِ بَعْدَ تَحَرُّكِهٖ متحرک چیز میں سکون پیدا ہوجائے، اس کا نام ثبوت ہے۔ وَبِهٖ يَثْبُتُ التَّوَجُّهُ اِلَى الْحَقِّ حق تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ ہر وقت رہتی ہے، ایک لمحہ بھی اپنے اللہ سے غافل نہیں ہوتا، یہی وہ مقام ہے جس کو نسبت کہا جاتا ہے، جب نسبت قائم ہوگئی تو اب خدا کو نہیں بھول سکتا، اب بھاگنا بھی چاہے تو نہیں بھاگ سکتا۔ نسبت پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب شعر ہے۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ شخص ولی اللہ، صاحبِ نسبت ہوچکا۔ فرماتے ہیں ؂

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام\
ان کی گلی سے آپ نکلنے نہ پایئے

سمجھ لو وہ شخص صاحبِ نسبت ہوگیا کہ جو بھاگنا بھی چاہے تو اللہ سے نہ بھاگ سکے، ان کو بھلانا بھی چاہے تو بھلانہ سکے، اس پر قادر ہی نہ ہو کہ ایک سانس اللہ کے بغیر جی سکے۔

تیسری علامت

اب تیسری تفسیر سنیے۔ یہ علامات ہیں سکینہ کی

؎ روح المعانی:۱۱/۲۵، الفتح(۴)، دار احیاء التراث، بیروت

www.khanqah.org

يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ[۵]

یعنی ایسے شخص کو بے سکونی اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے، دل ایک دم ٹھنڈا رہتا ہے، جب کوئی پریشانی آئی، دو رکعات پڑھیں، اللہ میاں سے رولیا اور مطمئن ہوگیا ؎

آلام روزگار کو آساں بنادیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنادیا

میرا ابھی ایک شعر ہے اُردو کا ؎

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

اگر اللہ سے تعلق نہ ہو تو کیسے جیتے ہیں لوگ؟ ان کے جینے پر اہل اللہ تعجب کرتے ہیں۔ تو يَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّيْشِ، يَتَخَلَّصُ کے کیا معنیٰ ہیں؟ یعنی خلاصی پاجاتے ہیں بے سکونی سے۔ علامہ آلوسی نے طَيْشِ کی تفسیر کی ہے كَالْكَلْبِ الطَّائِشِ جیسے پاگل کتا، لَا يَقْصُدُ فِي الْمَشْيِ سِمْتًا وَّاحِدًا پاگل کتا ایک سمت کو سیدھا نہیں چلتا، اس طرح چلتا ہے کبھی دائیں کبھی بائیں، جب کوئی کتا اسی طرح چلے تو سمجھ لو پاگل ہے، اپنی ٹانگ بچا کر بھاگو۔ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں آسمان سے اللہ کا نور نہیں اُترتا وہ پاگل کتے کی طرح رہتا ہے۔ ہر گیٹ کو جھانکتا ہے، ہر فلیٹ کو دیکھتا ہے، راستہ چلتے ہوئے داہنے بائیں پاگل کتے کی طرح جھانکتا رہتا ہے کہ شاید کوئی شکلِ نمکیں نظر آجائے، وہ شاید پر عمل کرتا ہے، سکون نہیں ہے۔ میں نے بچپن میں ایک شعر پڑھا تھا جب بالغ بھی نہیں ہوا تھا، اس سے میرے مزاج کا اندازہ آپ کو ہوجائے گا کہ ایک نابالغ بچہ اور اس شعر کو یاد کرکے جواب تک دماغ سے نہیں نکلا۔ وہ کیا شعر ہے ؎

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو

میرا معمول تھا کہ اماں جب مجھ سے مرچ دھنیا منگاتی تھیں تو مرچ وغیرہ ان کے چولہے کے پاس ڈال دیا کہ یہ لیجیے اور اس کاغذ کو دیکھتے تھے کہ کوئی شعر تو اس میں نہیں ہے کیوں کہ اکثر لوگ کتاب بنیوں کے ہاتھ بیچ دیتے تھے تو یہ ایک شعر ایسے ہی مل گیا تھا ؎

---

[۵] روح المعانی: ۲۵/۱۱، الفتح (۴)، دار احیاء التراث، بیروت

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو
دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

بے حیالوگ ایسے ہی رہتے ہیں۔ یہ اس زمانے کا شعر ہے جبکہ اختر بالغ بھی نہیں ہوا تھا، لیکن جب سورج نکلتا ہے تو آسمان پہلے ہی سے سرخ ہوجاتا ہے، میرے آسمان پر بھی سرخی آگئی تھی یعنی ہم ان سب باتوں کو خوب سمجھتے تھے لہٰذا یہ شعر یاد کرلیا کہ نظر کی حفاظت کے لیے مفید ہے۔تو یہ سکینہ کی تفسیر آپ لوگوں نے سن لی۔ اب میں دو تین منٹ میں لِيَزْدَادُوٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ کی تفسیر کرتا ہوں۔

نزولِ سکینہ ازدیادِ ایمان یعنی نسبتِ خاصہ کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے دل پر سکینہ اس لیے نازل کرتا ہوں لِيَزْدَادُوٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ ان کے سابق ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہوجائے کیوں کہ ایمان تو پہلے بھی تھا لیکن معلوم ہوا کہ سکینہ کا نور دل میں آنے کے بعد ان کے موجودہ ایمان پر مستزاد ایمان ہوجاتا ہے۔اس کی تفسیر حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکینہ کا نور عطا ہونے سے پہلے ان کا وہ سابق ایمان کیا تھا؟اس کا نام تھا ایمانِ عقلی، استدلالی، موروثی یعنی ایمان عقل کی بنیاد پر تھا کہ عقل سے اللہ کو پہچانتا تھا اور استدلالی تھا کہ دلیلوں سے اللہ کو مانتا تھا، دلائل سے اللہ کے وجود پر استدلال کرتا تھا اور موروثی تھا کہ اماں ابا مسلمان تھے لہٰذا ہم بھی مسلمان ہیں، گائے کا گوشت کھا کر مسلمان بنے ہوئے ہیں لیکن جب سکینہ کا نور عطا ہوتا ہے تو یہ ایمانِ عقلی استدلالی، موروثی، ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہوجاتا ہے۔ایمانِ ذوقی کیا ہے؟یعنی دل میں مزہ چکھ لیتا ہے کہ میرا اللہ کیسا ہے، دل مزہ چکھنے لگتا ہے، اللہ کے قرب کی لذت کو دل چکھ لیتا ہے۔ ذوق معنیٰ چکھنے کے ہیں اور ایمان حالی یہ ہے کہ ایمان دل میں اُترجاتا ہے، حَالٌّ لام مشدد ہے معنیٰ اُترنے کے ہیں۔ اللہ کو پہچاننے کے لیے اب اس کو کسی استدلال کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ایمان دل میں حال ہوجاتا ہے، دل میں وہ اللہ کو محسوس کرنے لگتا ہے اور ایمان وجدانی نصیب ہوتا ہے، وجدان معنیٰ پاجانا یعنی دل میں اللہ کو پاجاتا ہے، پھر عالم

www.khanqah.org

غیب اس کے لیے برائے نام عالم غیب رہتا ہے، وہ آنکھوں سے گویا ہر وقت اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا عمدہ تعبیر اپنے دو شعروں میں فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالَم
مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالَم

محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے
اللہ رے یہ ان کی ملاقات کا عالَم

اس ایمانی کیفیت کی شرح علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں یہ فرمائی ہے:

اَنْ یَّغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَاہُ تَعَالٰی شَانُہٗ بِعَیْنِہٖ[۹]

یعنی قلب پر مشاہدۂ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

دل میں جب اللہ کو پاتا ہے، اللہ کے قرب کی لذت کو چکھتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کو محسوس کرنے لگتا ہے تو غلبۂ قربِ حق سے یہ آسمان بھی اس کے لیے حجاب نہیں رہتے۔ اس پر اختر کا ایک شعر ہے جو آپ سے خطاب کر رہا ہے ؎

گزرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

ایمانِ عقلی استدلالی موروثی و ایمانِ ذوقی حالی وجدانی کی تمثیل

قلب میں اس ایمانی کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دریا ہے جس میں پانی نہیں ہے، خشک ہے، خاک اُڑا رہا ہے۔ اس وقت دریا پانی پر کیسے ایمان لائے گا؟ عقل سے، دوسرے دریاؤں سے سن کر کہ پانی ایسا ہوتا ہے لیکن جب اس کے اندر پانی آجائے گا اس وقت اس کا ایمان کیسا ہوگا؟ ذوقی حالی وجدانی، پھر وہ دلیل نہیں مانگے گا کہ ہم کو پانی کی دلیل

---

۹ فتح الباری للعسقلانی: ۱۲۰/۱، باب سؤال جبرئیل عن الایمان والاسلام، دار المعرفۃ بیروت

www.khanqah.org

چاہیے، وہ تو کہے گا کہ میرے سینہ کے اندر تو خود پانی لبالب بہہ رہا ہے، دُور دُور تک میری ٹھنڈک جارہی ہے، میں اپنے اندر پانی کو محسوس کررہا ہوں، پارہا ہوں، مجھے دلیل کی کیا ضرورت ہے، جس دریا کے اندر پانی ہوتا ہے، دور دور تک اس کی ٹھنڈک جاتی ہے، ایک میل پہلے ہی سے ہواؤں کی ٹھنڈک بتادیتی ہے کہ آگے دریا قریب ہے۔ اسی طرح قلب میں پہلے ایمانِ عقلی و استدلالی ہوتا ہے۔ عقل سے استدلال سے، دوسروں سے سن کر وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے لیکن سکینہ کا نور عطا ہونے کے بعد اب وہ ایمان ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہوجاتا ہے کہ دل میں وہ اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس کرتا ہے، اللہ کو دل میں پاتا ہے۔ اس احسانی کیفیت کو صوفیا حضرات نسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کوئی بندہ کسی بستی میں صاحبِ نسبت، اللہ والا ہوجاتا ہے تو اس کی ٹھنڈک دور دور تک جاتی ہے، دور دور اس کا فیض جاتا ہے، ہزاروں بندے اس کے فیض صحبت سے اللہ والے بن جاتے ہیں۔ آیت لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ[۱۰] میں صوفیا کی اصطلاح نسبتِ خاصہ کا ثبوت ہے۔

ذکر اللہ سے نزولِ سکینہ کی دلیلِ نقلی اور ایک علم عظیم

اب یہ ایمانِ ذوقی، حالی، وجدانی یعنی نسبتِ خاصہ مع اللہ کیسے حاصل ہو اس کو بیان کرتا ہوں اور یہ ایک علم عظیم ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اختر کو بنگلہ دیش میں عطا فرمایا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ لَا یَقۡعُدُ قَوۡمٌ یَّذۡکُرُوۡنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتۡہُمُ الۡمَلَآئِکَۃُ[۱۱] جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ ہے کہ ذاکرین کی فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے، اس طرح خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی مصاحبت نصیب ہوتی ہے اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کے پاکیزہ اخلاق اور ان کا ذوقِ عبادت ان خاکی بندوں کے قلوب میں منتقل ہونے کی توقع ہے۔

ذکر کا دوسرا انعام ہے غَشِیَتۡہُمُ الرَّحۡمَۃُ اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے آغوش میں لے کر ذاکرین کو پیار کرلیتی

---

[۱۰] الفتح: ۴

[۱۱] الصحیح لمسلم: ۳۴۵/۲، باب فضل الاجتماع علٰی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ایچ ایم سعید

www.khanqah.org

ہے جس طرح غلبۂ رحمت سے ماں بچہ کو سینہ سے چپکا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے ڈھانپ لیتی ہے، جب اور زیادہ رحمت وشفقت جوش کرتی ہے تو اپنا سر اور گردن بچہ پر رکھ دیتی ہے، جب اور زیادہ پیار آتا ہے تو اپنے دوپٹہ سے اس کو بالکل ڈھانپ کر بچہ کا پیار لیتی ہے اور اس وقت وہ غلبۂ رحمتِ مادر کا مجسمہ ہوتی ہے۔

پس غَشِیَتۡھُمُ الرَّحۡمَۃُ کے ترجمہ کی تعبیر عاشقانہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اہلِ ذکر کو پیار کرتے ہوئے اپنی آغوش میں ڈھانپ لیتی ہے اور تیسرا انعام ہے نَزَلَتۡ عَلَیۡہِمُ السَّکِیۡنَۃُ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ یہ وہی سکینہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

اور جس کی تفسیر ابھی میں نے آپ سے بیان کی اور یہ کہ سکینہ کیوں نازل کیا؟ فرماتے ہیں:

لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِهِمۡ ؕ[۱۲]

تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

پس اس آیتِ شریفہ اور حدیثِ مبارک کو ملا کر جو ایک علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر پر نزولِ سکینہ منصوص بالحدیث ہے اور سکینہ پر ازدیادِ ایمان منصوص بالقرآن ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر کے لیے سکینہ لازم ہے اور سکینہ کے لیے زیادتِ ایمان لازم ہے۔ پس ذکر اللہ ازدیادِ ایمان، ترقیٔ ایمان یعنی حصولِ نسبتِ خاصہ مع اللہ کا ذریعہ ہے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ

❁❁❁❁

[۱۲] الفتح:۴

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا، نفس پر جبر کر کے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا۔

۱) ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقرہ عید کی نماز واجب ہے، اسی طرح ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَۃِ وَھِیَ مَادُوْنَ الْقَبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ

ترجمہ: ڈاڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور ڈاڑھی ڈاڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرہ کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونا چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرہ کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ ڈاڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہوگی تو ایسا کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملہ میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

www.khanqah.org

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دیا ہے:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے ڈاڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر ڈاڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جب کہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَی الۡعَیۡنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بد دُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بد دعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ

اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ و رسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لا کر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰہ اَللّٰہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔

۞۞۞۞

www.khanqah.org

سکینہ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومنین کے قلوب پر نازل فرماتے ہیں، یہ ہر مومن کے قلب پر نازل نہیں ہوتا بلکہ اس کا نزول صرف مومنین کاملین کے قلوب پر ہوتا ہے۔ سکینہ نہ تو زمین میں چھپا ہوتا ہے کہ پیٹرول کی مانند کھود کر نکال لیا جائے نہ کسی دوا میں ہوتا ہے کہ صبح شام گولیاں کھا کر سکینہ حاصل کیا جائے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ ''نزول سکینہ'' میں نہایت تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ سکینہ کا حصول کس طرح ممکن ہے، سکینہ کے حصول کے بعد اس کی حفاظت کیسے کی جائے اور اس میں اضافہ کے لیے کیا طریقے اپنائے جائیں۔ قرآن و حدیث کے دلائل سے مدلل حضرت والا کا عالمانہ و عاشقانہ انداز میں کیا گیا یہ وعظ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

www.khanqah.org

AW-020

ناشر

کتب خانہ مظہری